معاشرتی قیام امن میں قصاص ودیت کا کردار

The Role of Qisas and Religion in Maintaining Social Peace

Dr. Muhammad Naseer
Assistant Professor, Department of Islamic Studies & Arabic, (DIS&A)
Gomal University, D.I.Khan, Khyber Pakhtunkhwa
Email: m.naseer7119@gmail.com

Dr. Muhammad Wajeeh-ud-Din Nouman
Assistant Professor, Department of Islamic Studies & Arabic, (DIS&A)
Gomal University, D.I.Khan, Khyber Pakhtunkhwa
Email: mwnouman@gu.edu.pk

Prof. Dr. Waheed-ud-Din
Ex-Chairman, Department of Islamic Studies & Arabic, (DIS&A)
Gomal University, D.I.Khan, Khyber Pakhtunkhwa
Email: waheeduddin1948@gmail.com

Abstract

(A) The literal meaning of Qisas is similarity. The meaning here is that it is permissible for the other person to take revenge as much as the wrong done to him, but it is not permissible to do more than that. Therefore, Allah Almighty says: By the same token, "may he abuse you, so abuse him as much as he has abused you." In another place, Allah Almighty says that if you start taking revenge, then take revenge as much as the wrong done to you. From these two verses, it is known that retribution is the name of the punishment in which there is similarity.

(B) In qisas, the criminal will be killed when he has committed the crime intentionally, so it is said in a hadith: Man killing intentionally is Fahqud, that is, what has been killed intentionally is the punishment of qisas.

Keywords: Retribution, Cruelty, Murder, premeditated murder, Murder suspected, Murder by mistake, Murder by reason, Blood, Forbidden

(الف) قصاص کے لفظی معنی مماثلت کے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ جتنا ظلم کسی نے دوسرے پر کیا ہے اتنا ہی بدلہ لینا دوسرے کے لیے جائز ہے اس سے زیادتی کرنا جائز نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فمن اعتدٰی علیکم فاعتدو علیه بمثل ما اعتدٰی علیکم**"[1] یعنی جو زیادتی کرے تم پر پس تم اس پر اتنی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر کی ہے۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وان عاقبتم فعاقبو بمثل ماعو قبتم به**[2] اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا ظلم تمہارے اوپر کیا گیا ہے۔ ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ قصاص اس سزا کا نام ہے جس کے اندر مماثلت پائی جائے۔

(ب) قصاص میں مجرم کو اس وقت قتل کیا جائے گا جب کہ اس نے جرم عمداً کیا ہو چنانچہ ایک حدیث میں ہے: من قتل عمداً فهوقود [3] یعنی جو عمداً قتل کیا گیا ہو اس کے بدلہ میں قصاص کی سزا ہے۔

قتل کی تعریف

قتل سے مراد کسی انسان کا ایسا فعل ہے جس سے انسان کی روح نکل جائے۔[4]

اقسام قتل:

قتل کی پانچ قسمیں ہیں (1) قتل عمد، (2) قتل شبہ عمد، (3) قتل خطاء، (4) قتل قائم مقام خطاء (5) قتل بسبب۔

قتل عمد کی تعریف:

وہ قتل جو قصداً و ارادۃً کسی دھار دار ہتھیار سے اور قتل کرنے کے ارادہ سے کیا جائے یا ایسی چیز سے جو دھار دار آلہ کے قائم مقام ہو۔[5]

قتل شبہ عمد کی تعریف:

وہ یہ ہے کہ قصد اور ارادے کے ساتھ کوئی ایسی چیز سے مارے کہ وہ ہتھیار نہیں ہے اور نہ ہی قائم مقام ہتھیار کے ہے۔[6]

قتل خطاء کی تعریف:

اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول قسم خطاء فی القصد یعنی فاعل کے قصد اور ارادہ میں خطاء اور غلطی واقع ہو جائے اس کی صورت یہ ہے کہ کسی پر تیر چلایا یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ شکار ہے مگر اتفاق سے وہ آدمی نکلا تو یہ قصد اور ارادے کی خطاء ہے کہ وہ شکار نہ تھا بلکہ آدمی تھا۔

دوسری قسم:

قتل خطاء کی دوسری صورت باعتبار فعل کے ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی نے نشانہ پر تیر مارا لیکن وہ کسی آدمی کو لگ گیا اور اس سے وہ شخص ہلاک ہو گیا تو یہ قسم قتل خطاء فی الفعل کی ہو گی۔

قتل قائم مقام خطاء :

قتل کی چوتھی قسم قائم مقام خطاء ہے اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص سویا ہوا تھا اس نے کروٹ لی اور کروٹ لیتے ہوئے کسی دوسرے شخص پر گر گیا اور اس کے بوجھ سے وہ شخص ہلاک ہو گیا تو یہ قسم قتل قائم مقام خطاء کی ہو گی۔

قتل بسبب:

قتل کی پانچویں قسم قتل بسبب یعنی قتل کسی سبب کے پیش آجانے کے باعث ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے دوسرے کی ملک میں کوئی گڑھا کھود دیا اور کوئی شخص اس میں گر کر ہلاک ہو گیا تو یہ قتل، قتل بسبب کہلائے گا۔[7]

قتل ناحق کی حرمت قرآن کی روشنی میں:

ترجمہ: جس کا خون کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو مگر حق پر[8]۔ اور نہ مارو اس جان کو جس کو اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے مگر حق پر اور جو مارا گیا ظلم سے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے۔ سو اس کو قتل کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرنا چاہیے[9]۔ اور نہیں خون کرتے جان کا جو حرام کر دی اللہ تعالیٰ نے مگر حق پر (یعنی جب قتل کرنے کا کوئی شرعی سبب پایا جائے")[10]۔

اور اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا تھا کہ جو قتل کرے ایک جان کو بلاعوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کر دیا۔[11]

قتل ناحق کی حرمت احادیث کی روشنی میں :

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں ہے جو اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی الہ نہیں ہے اور یہ کہ میں اس کا رسول ہوں، سوائے اس آدمی کے جس کے اندر تین صفات میں سے کوئی ایک پائی جائے۔

(1) شادی شدہ ہوتے ہوئے اس نے زنا کیا ہو۔

(2) کسی انسان کو ناحق قتل کیا ہو۔

(3) دین اسلام سے مرتد ہو گیا ہو۔[12]

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا خون اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔[13]

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مومن کے قتل پر ایک لفظ سے بھی امداد کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہو گا کہ "أئس من رحمة الله" یہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے والا ہے۔[14]

قصاص

عربی زبان میں قص کے معنی کاٹنے کے ہیں اسی سے لفظ قصاص ماخوذ ہے اور قصاص کا لغوی معنی بدلہ، جزا، خون کے بدلے خون کرنا اور مراد اس سے مضرت رسیدہ شخص کے زخم یا قتل کے بدلے مجرم کو زخمی کرنا یا قتل کرنا ہے۔ فقہاء نے قصاص کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ ایک مقررہ سزا ہے جو ایک فرد کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے ان میں اختلاف یہ ہے کہ قصاص بطور حق فرد واجب ہے اور حدود اللہ بطور حقوق اللہ، سزا کے طور پر مقرر ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ محدود اور معین ہے، اس کی کوئی ادنیٰ یا اعلیٰ حد نہیں جس کے درمیان اس کے مختلف درجے ہو سکیں۔ رہی یہ بات کہ قصاص بطور حق فرد واجب ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ ضرب رسیدہ شخص اور خون کے وارث اگر چاہیں تو اسے معاف کر سکتے ہیں اور معافی سے سزا ختم ہو جاتی ہے۔[15]

قصاص کا ثبوت:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ترجمہ: اور نہ مارو اس جان کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا مگر حق پر اور جو مارا گیا ظلم سے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے سو وہ قتل کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرے۔[16]

"اے ایمان والو! فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت پھر جس کو معاف کیا جائے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی تو تابعداری کرنی چاہیے موافق دستور کے اور ادا کرنا چاہیے اس کو خوبی کے ساتھ یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی، پھر جو زیادتی کرے اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لیے ہے عذاب دردناک اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقل مندو تاکہ تم بچتے رہو۔[17] اور ہم نے ان پر (یعنی یہود پر) اس (تورات) میں یہ بات فرض کی تھی کہ جان بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور دانت بدلے دانت کے اور یہ خاص زخموں کا بدلہ ہے۔ پھر جو شخص اس (قصاص) کو معاف کر دے وہ (معاف کرنا) اس (معاف کرنے والے) کے لیے کفارہ ہو جائے گا اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو وہی ظالم ہے۔[18]

قرآن کریم میں جو سابقہ شریعتوں کے احکام موجود ہیں ان کے بارے میں اصول یہ ہے کہ اگر ہماری شریعت نے منسوخ کر دیا ہے تو وہ احکام ہمارے لیے قابل عمل نہیں ہوں گے ورنہ وہ ہمارے لیے واجب العمل ہوں گے۔ لہٰذا جب قرآن میں پچھلی کتابوں کا حوالہ دے کر قصاص کا حکم دیا تو وہ منسوخ نہیں ہے بلکہ نافذ العمل ہے۔[19]

دیت: دیت کے لغوی معنی:

یہ لفظ ودیٰ یدیٰ کا مصدر ہے عربی میں کہا جاتا ہے ودی القاتل المقتول یعنی قاتل نے مقتول کے ولی کو مال ادا کر دیا جو مقتول کی جان کا بدلہ ہے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ دیت کا لفظ اداسے لیا گیا ہے کیوں کہ یہ عام طور پر ادا کی جاتی ہے اور کبھی کبھار ہی ایسا ہوتا ہے کہ دیت معاف کی جاتی ہو اس لیے کہ انسانی جان کی عظمت کا تقاضا ہے اس کے قاتل کو معاف نہ کیا جائے۔

دیت کے اصطلاحی معنی:

تکملہ کے مصنف نے دیت کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ دیت اس تاوان کا نام ہے جو انسانی جان یا اس کے کسی عضو کے بدلے کے طور پر ادا کیا جائے۔[20]

دیت کا ثبوت:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے لیکن غلطی سے ہو جائے تو اور بات ہے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر شرعا ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرناواجب ہے اور دیت (خون بہا) بھی واجب ہے جو اس مقتول کے خاندان والوں کو دیا جائے مگر یہ کہ وہ لوگ اس دیت (خون بہا) کو معاف کر دیں خواہ کل یا بعض اتنی ہی معاف ہو جائے گی۔[21]

حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں خون بہا کے اونٹوں کی قیمت آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم تھی اور اہل کتاب کا خون اس زمانے میں مسلمانوں کے خون بہا سے نصف تھا، جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ اونٹ کی قیمت بڑھ گئی ہے، راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے سونا رکھنے والوں پر خون بہا ایک ہزار دینار مقرر کیا اور دولت مند چاندی رکھنے والوں پر بارہ ہزار درہم اور دولت مند گائے رکھنے والوں پر دو سو گائیں دولت مند بکریاں رکھنے والوں پر دو ہزار بکریاں اور دولت مند کپڑے رکھنے والوں پر دو سو جوڑے اور ذمی لوگوں کا خون بہا وہی رکھا جو پہلے تھا۔[22]

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ بنی عدی کا ایک آدمی قتل کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے بارہ ہزار درہم خون بہا یعنی دیت مقرر کیا تھا۔[23]

عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص خطاء سے مارا جائے، اس کی دیت تیس ایسی اونٹنیاں ہیں جو ایک ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگی ہوں، اور تیس ایسی اونٹنیاں ہیں جو دو دو سال کی

ہو کر تیسرے سال میں لگی ہوں اور تیس ایسی اونٹنیاں جو تین تین سال کی ہو کر چوتھے سال میں لگی ہوں، اور دس دو دو برس کے اونٹ ہیں۔

آنحضرت ﷺ گاؤں والوں پر دیت کی قیمت چار سو دینار لگاتے، یا اتنی ہی قیمت کی چاندی، اور دیت کی قیمت اونٹوں کے نرخ کے حساب سے لگاتے، جب اونٹ گراں ہوتے تو دیت بھی زیادہ ہوتی، اور جب اونٹ ارزاں ہوتے تو دیت بھی کم ہو جاتی، آنحضرت ﷺ کے زمانے میں دیت کی قیمت چار سو دینار سے لے کر آٹھ سو دینار تک پہنچی، چاندی کے آٹھ ہزار درہم اس کے مساوی ہوتے تھے۔ نیز آنحضرت ﷺ نے یہ بھی حکم دیا کہ گائے والوں سے دیت میں دو سو گائیں لی جائیں اور بکری والوں سے دو ہزار بکریاں لی جائیں۔[24]

امن وامان کی اہمیت مختلف ادیان وادوار میں

امن وامان کی اہمیت ہر دور میں ہر ملت میں تسلیم کی گئی ہے، اور ذی شعور باور نہیں کر سکتا ہے کہ کوئی ملک، کوئی قوم یا کوئی دور بغیر امن و سلامتی ترقی یافتہ شمار ہو سکتا ہے، مختلف مذاہب وادیان میں امن کے تحفظ و بقاء کے سلسلہ میں جو ہدایتیں آئی ہیں، وہ تو اپنی جگہ ہیں ہی، وہ لوگ صرف اقتدار چاہتے ہیں اور جن کو کسی مذہب وملت سے کوئی دلچسپی نہیں انھیں بھی یقین ہے کہ جب تک امن وامان اور عدل وانصاف نہ ہو عوام وخواص کی زندگی بے کیف بلکہ ان کے لیے زندگی کے دن پورے کرنے بھی دوبھر ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ سارے سنجیدہ انسان خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب وملک سے ہو، بقائے امن کی جد وجہد میں برابر کے شریک رہے ہیں۔ اور انھوں نے ہر دور میں عالمی پیمانہ پر کوشش کی ہے کہ انسانوں میں باہم اعتماد واتحاد کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر رہے، اور ہر انسانی آبادی اطمینان وسکون کی دولت سے ہمکنار ہو، چنانچہ اس کے لیے انھوں نے مختلف عالمی ادارے قائم کیے۔ کبھی پیسف ازم (یعنی تحریک امن خواہی) چلائی، کبھی ورلڈ پیس موومنٹ چلائی (یعنی عالمی تحریک امن قائم کی) اور کبھی کسی اور نام سے عالمی امن ادارے کی داغ بیل ڈالی، ان ساری عالمی امن انجمنوں کا منشا گو محدود تھا کہ کوئی دو یا زیادہ ممالک آپس میں نہ ٹکرائیں اور ان میں جنگ کے شعلے بھڑکنے نہ پائیں۔

مگر دنیا نے دیکھا کہ ان تمام تحریکوں اور اداروں کی موجودگی میں انسانوں کو دو عالمی تباہ کن لڑائیوں سے دوچار ہونا پڑا جو گریٹ وار یعنی جنگ عظیم 1914ء اور سیکنڈ ورلڈ وار یعنی دوسری عالم گیر جنگ 1939ء کے نام سے مشہور ہیں۔ جن میں کروڑوں انسانی جانیں ضائع ہوئیں، اور کھربوں کا سرمایہ ضائع ہوا اور ان کے علاوہ اس عرصہ میں اور بھی بہت سی چھوٹی بڑی لڑائیاں مختلف ملکوں میں ہوئی جن کے نقصانات کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ امن وراحت کے نام پر دنیا میں مختلف نظریوں کا ہجوم ہے، گاندھی ازم، سوشلزم، سیکولرازم، کمیونزم، کیپٹل ازم اور دوسرے دسیوں ازم

کار فرما ہیں۔ پھر کبھی سلامتی کونسل کا شور اٹھتا ہے اور کبھی یو این انٹر نیشنل آرمی پلان کے سنہرے کارناموں کا، کبھی ورلڈ پیس کونسل کا اجلاس ہوتا ہے اور کبھی عالمی امن کانگریس کا پھر اسی کے ساتھ روس کی امن مہم اور امریکہ امن بریگیڈ کے نعروں سے دنیا گونج رہی ہے۔ مگر با ایں ہمہ امن و عافیت دنیا سے ناپید، اور انسانی جان و مال اور عزت و آبرو اپنی صحیح قدر و قیمت سے محروم ہیں، نہ عالمی تنازعات اور تناؤ میں کوئی کمی اور نہ عام انسان ہی موت و حیات کی کشمکش سے محفوظ ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دو عالمی جنگوں کی ماری ہوئی دنیا اور امن و عافیت سے محروم عوام و خواص کو اس وقت ایک پاکیزہ اور ٹھوس نظام امن کی تلاش ہے جو ملکی اور نسلی منافقت کو ہٹا کر عالمی اخوت اور انسانی مساوات کا سبق دے، اور روئے زمین پر عدل و انصاف، حق و صداقت اور انسانی مجد و شرف کا جھنڈا بلند کر سکے۔

اس لیے اس وقت اس ربانی نظام امن کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت تھی، جو ہر انسان کو امن و عافیت کی مضبوط ضمانت دیتا ہے، اور اندرون ملک بھی، اور خارجی تعلقات میں بھی۔ جس میں انسانی وحدت و مساوات، باہمی تعاون، شرافت انسانی، عفو و درگزر، حریت فکر، عدل و انصاف، ایفائے عہد اور اخوت و محبت کو جز و لازم کی حیثیت دی گئی ہے، اور جس میں تکبر و غرور، دولت و ثروت، ملکی و نسلی عصبیت اور حب جاہ و اقتدار کی بالکل گنجائش نہیں ہے، جو صرف جسموں پر حکمرانی کا قائل نہیں بلکہ وہ سب سے پہلے خوف خدا کو دلوں میں اور فکر آخرت اور انجام بخیر کا عقیدہ راسخ کرتا ہے جس نظام حیات کا اعلان ہے۔[25]

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس و احدة و خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والا رحام ان اللہ کان علیکم رقیبا [26]

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ایک جان سے اور اس جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو بالیقین اللہ تعالی تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں "۔

انسان میں اللہ تعالی نے متضاد قوتیں ودیعت کی ہیں چنانچہ جہاں اس میں دور اندیشی و احتیاط اور فرض شناسی کے جوہر مضمر ہیں، اس کو فتنہ و فساد، عجلت پسندی اور خود غرضی سے بھی گریز نہیں، جس طرح اس کے مزاج میں متانت و سنجیدگی ہے اسی طرح یہ اپنے جذبات سے جلد ہی انتقام کے درپے بھی ہو جاتا ہے، ایک طرف اگر یہ پیکر انس و محبت ہے، تو دوسری طرف بغض و حسد کا پتلا بھی، اور جہاں آدم کا بیٹا جان پر کھیل کر مظلوم کی حمایت کرنا اپنا فرض سمجھتا

ہے، وہاں اس میں یہ عیب بھی ہے کہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے لاکھوں بے گناہ انسانوں کا بے دریغ خون بہانے سے بھی نہیں رکتا۔

مکمل ضابطہ حیات:

اللہ رب العزت نے انسانی طبیعت کی افراط و تفریط ہی کی اصلاح اور حق و صداقت کی نشاندہی کے لیے انبیاء ورسل کا سلسلہ قائم فرمایا اور بلاشبہ اس نے اپنے ان برگزیدہ بندوں کے ذریعہ انہیں اعتدال کی راہ پر چلنا سکھایا تا کہ انسان روئے زمین پر قتل اور خون ریزی کی جگہ امن وامان کا علمبردار ہو ظلم وجور کے بدلے عدل ومساوات کی حکومت قائم کرے۔ اور اس طرح زمین پر بسنے والی ساری مخلوق اطمینان وسکون کی زندگی بسر کرے۔

رسول الثقلین ﷺ نے آخری نبی کی بعثت کی حیثیت سے دنیا کو جو ضابطہ حیات عطاء کیا ہے وہ ہر پہلو سے مکمل جامع ہے زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس کے متعلق اس ابدی ضابطہ حیات میں مکمل رہنمائی موجود نہ ہو یہ الگ بات ہے کہ ہم گہری نظر سے اس کا مطالعہ نہیں کرتے۔

امن وامان :

دنیا بار بار امن اور سکون وسلامتی کا نام لینے کے باوجو ظلم وتعدی میں جس بری طرح پھنسی ہوئی ہے، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں قتل وخونریزی سے انسانیت جس طرح کانپ اٹھی ہے اس سے کوئی باخبر انکار کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ کاش! ارباب اقتدار اس دور میں اسلام کے نظام امن وسلامتی کا مطالعہ کرتے اور دنیا میں اس نے جس طرح کے سماج بنانے کی جدوجہد کی یہ اس پر غور کرتے تو سارے مسائل خود بخود حل ہوتے نظر آتے۔[27]

دراصل امن وامان اور سکون وسلامتی کے بنیادی اجزاء یہ ہیں :

1۔ جان محفوظ ہو۔

2۔ عزت و آبرو پر کوئی ہاتھ ڈالنے کی جرات نہ کرے۔

3۔ جائداد وملکیت اور دولت میں کوئی بلا اجازت تصرف نہ کرے۔

4۔ عقل درست رہے اور اخلاق پاکیزہ ہو۔

جن لوگوں نے اسلام کا مطالعہ گہری نظر سے کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ اسلام نے ان تمام چیزوں کی پوری رعایت کی ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ قابل حفاظت اور لائق اہمیت انسانی جان ہے۔ غریب ہو یا امیر، سلطان ہو یا گداگر، بچہ ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت، شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات کا باشندہ ہو، تعلیم یافتہ ہو یا جاہل، پھر وہ اونچے خاندان کا چشم و

چراغ ہو یا محتاج، دوست نگر گھرانے کا مسلم ہو یا غیر مسلم، تندرست ہو یا غیر تندرست، ہر ایک کو ایک وفادار شہری کی حیثیت سے حق حاصل ہے کہ وہ ملک میں آزادی کے ساتھ رہے، آسودہ زندگی گزارے، اپنے خیال وعقیدے میں اس کو آزادی ہو، کوئی پابندی نہ ہو، اور ہر خطرہ واندیشہ سے اس کا دل مطمئن ہو۔[28]

اسلام سے پہلے کی حالت:

اگر اختصار کے ساتھ ہم ان حالات کی طرف اشارہ بھی کریں تو کہنا پڑے گا کہ پوری دنیا شر وفتن کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی، امن وامان ناپید تھا، صلح و آشتی کا نام ونشان مٹ چکا تھا، یکجہتی ویگانگت کو لوگ بھول چکے تھے، اور ان کی جگہ فتنہ وفساد کی گرم بازاری تھی، قتل وخون ریزی کا عام چرچا تھا اور رہزنی ووحشت نے امن وسکون کو خاکستر کر رکھا تھا جو قوی تھے کمزوروں کو قتل کر ڈالتے تھے اور ناممکن تھا کہ کوئی سرمایہ لے کر تنہا ایک جگہ سے دوسری جگہ بے خطر چلا جائے۔[29]

قتل اور اسلامی تعلیمات:

اسلام نے قتل اور خون ریزی کو اولا ترغیب وترہیب کے ذریعے بند کرنے کی کوشش کی اور لوگوں کے دلوں میں خون ناحق کی برائی بٹھائی پھر ان مفاسد پر روشنی ڈالی جو خون ناحق سے پیدا ہوتے ہیں، ساتھ ہی امن وامان سے اس کا گہرا رشتہ ہے اسے اجاگر کیا تاکہ انسان گناہ سے اپنے آپ کو بچائے۔ قتل کی حرمت کے سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولاتقتلو النفس التی حرم الله الا بالحق[30] جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہ کرو مگر ہاں حق شرعی کے ساتھ۔

خون ریزی کا گناہ :

اسلام نے واضح کیا ہے کہ قتل ناحق سب سے بڑا جرم ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی اور جرم نہیں ہے اس لیے کہ یہ چیز روئے زمین سے امن وامان کو برباد کر ڈالتی ہے اور انسانوں سے اس کا سکون قلب چھین لیتی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ بلیغ جو تعبیر ہو سکتی ہے قرآن نے اسے اختیار کیا ہے تاکہ قتل کی شناخت اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ ہابیل اور قابیل کا واقعہ بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے :

ومن اجل ذلك كتبنا على بنى اسرائيل انه من قتل نفس بغير نفس أو فساد فى الأرض فكا نما قتل الناس جميعا ومن أحياها فكانما احيا الناس جميعاً [31]

اور اسی واقعہ کی وجہ سے ہم نے نبی اسرائیل پر یہ فرمان لکھ دیا کہ جو شخص بغیر کسی انسان کی جان کے بدلے یا ملک میں فساد برپا کر کے قتل کر ڈالے، تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا اور جو کسی انسان کی زندگی کی بقاء کا سبب بنا تو گویا اس نے تمام نوع انسانی کو زندہ رکھا۔

امن دامان کو برقرار رکھنے کی جو بلیغ تعبیر اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمائی ہے اس سے بڑھ کر دوسرا طرز بیان ممکن نہیں یہ اسی کے مختلف معنی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک جان کے قتل کو تمام کائنات انسانی کے قتل سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے جس کی تفصیل کتب تفسیر میں دیکھی جاسکتی ہے۔

امن وامان کی تاکید :

ان تمام گوشوں پر اسلام کی نظر ہے جہاں سے امن وامان میں خلل کا اندیشہ پیدا ہو سکتا ہے اور محبت کی جگہ عداوت راہ پاسکتی ہے آنحضرت ﷺ نے بڑے اہتمام کے ساتھ اپنی زندگی کے آخری ایام میں امت کو تاکید فرمائی تھی کہ وہ انس ومحبت کی جگہ قتل اور خون ریزی کے جذبہ کو نہ آنے دیں۔

عن النبی ﷺ قال: لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض[32]

رسول کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بعد کافروں کا شعار نہ اختیار کرنا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردن مارنے لگیں۔

جس درد کے ساتھ یہ فرمایا تھا اس کا اندازہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ بعثت نبوی سے پہلے کی تاریخ سامنے ہو اور پھر آپ ﷺ کی جدوجہد کا منظر آنکھوں میں پھر رہا ہو۔

جس انداز میں رحمت عالم ﷺ نے امن وامان کی تبلیغ کی، قتل وخون ریزی کا دروازہ بند کیا اور کائنات انسانی میں انسانی جان کی قدر وقیمت بتائی اس کا اجمالی نقشہ آپ کے سامنے آگیا، بایں ہمہ انسان انسان ہے فرشتہ نہیں ہے بھی وہ ان تمام حقائق کے باوجود شیطانی وساوس میں گرفتار ہو کر جو نہ کرنا چاہیے تھا وہ کر گزرتا ہے اس کے مختلف محرکات ہیں جو تھوڑی دیر کے لیے اس کی عقل پر پردہ ڈال دیتے ہیں اور دین فہم کی روشنی کے باوجود اپنے آپ کو تاریکی میں محسوس کرتا ہے، اور ناجائز قتل وخون ریزی پر اتر آتا ہے، اسلام نے انسان کی ان نفسیاتی بیماریوں کے پیش نظر شہری قانون بھی نافذ کیا ہے کہ اگر وہ خدانخواستہ اپنے ہاتھوں کو خون آلودہ کر لے تو اس کی ایسی سزا ہونی چاہیے جو آئندہ دوسروں کے لیے عبرت ہو۔

اسلام نے ایسے مواقع کے لیے قصاص کی سزا نافذ کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

یا ایھا الذین امنو کتب علیکم القصاص فی القتلی ، الحر بالحر والعبد بالعبد و الانثی بالانثی۔[33]

مسلمانو! مقتولین کا قصاص تم پر فرض کیا گیا ہے آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے عوض عورت۔ جاہلیت کے زمانے میں لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ ایک قوم یا قبیلے کے لوگ اپنے مقتول کے خون کو جتنا قیمتی سمجھتے تھے، اتنی ہی قیمت کا خون اس خاندان یا قبیلے یا قوم سے لینا چاہتے تھے جس کے آدمی نے اسے مارا ہو، محض مقتول کے بدلے میں قاتل کی جان لے لینے سے ان کا دل ٹھنڈا نہ ہوتا تھا۔ وہ اپنے ایک آدمی کا بدلہ بیسوں اور سینکڑوں سے لینا چاہتے تھے۔ ان کا کوئی معزز آدمی اگر دوسرے گروہ کے کسی چھوٹے آدمی کے ہاتھوں سے مارا گیا ہو۔ تو وہ اصلی قاتل کے قتل کو کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ قاتل کے قبیلے کا بھی کوئی ویسا ہی معزز آدمی مارا جائے یا اس کے کئی آدمی ان کے مقتول پر سے صدقہ کیے جائیں۔ برعکس اس کے اگر مقتول ان کی نگاہ میں کوئی ادنیٰ درجے کا شخص اور قاتل کوئی زیادہ قدر و عزت رکھنے والا شخص ہوتا تو وہ اس بات کو گوارا نہ کرتے تھے کہ مقتول کے بدلے میں قاتل کی جان لے لی جائے اور یہ حالت کچھ قدیم جاہلیت میں نہ تھی۔ موجودہ زمانے میں جن قوموں کو انتہائی مہذب سمجھا جاتا ہے، ان کے باقاعدہ سرکاری اعلانات تک میں بسا اوقات یہ بات بغیر کسی شرم کے دنیا کو سنائی جاتی ہے کہ ہمارا ایک آدمی مارا جائے گا تو ہم قاتل کی قوم کے پچاس آدمیوں کی جان لے لیں گے اکثر یہ خبریں ہمارے کان سنتے ہیں ایک شخص کے قتل پر مغلوب قوم کے اتنے یرغمالی گولی سے اڑائے گئے ایک مہذب قوم نے بیسویں صدی میں اپنے ایک فرد (سرلی اسٹیک) کے قتل کا بدلہ پوری مصری قوم سے لے کر چھوڑا، دوسری طرف ان نام نہاد مہذب قوموں کی باضابطہ عدالتوں تک کا یہ طرز عمل رہا ہے کہ اگر حاکم قوم کا فرد ہو اور مقتول کا تعلق محکوم قوم سے ہو، تو ان کے جج قصاص کا فیصلہ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ یہی خرابیاں ہیں جن کے سدباب کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیا ہے کہ مقتول کے بدلے میں قاتل اور صرف قاتل ہی کی جان لی جائے قطع نظر اس کے کہ قاتل کون ہے اور مقتول کون۔[34]

قصاص کا فائدہ:

اسلام نے یہ قانون قصاص اس لیے بنایا ہے کہ تل اور اس طرح دوسرے جرائم کے مرتکب اپنے جرائم کی پوری پاداش پائیں، ان میں جو زندہ رہیں وہ خود اور نہ دوسرے اس سزا کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور آئندہ ظلم وزیادتی کی ان میں کوئی جرات پیدا نہ ہو سکے، دوسری طرف اس کا فائدہ یہ پہنچے کہ مقتولین کے ورثاء ومعاونین اور محرومین کا غیظ وغضب اور جذبہ انتقام ٹھنڈا پڑ جائے اور ان میں ردعمل اور انتقام کی آگ بھڑک کر خرمن امن وامان کو خاکستر نہ بنائے یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے قصاص کو حیات سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولكم في القصاص حياة يا أولي الألباب لعلكم تتقون۔[35]

اوراے صاحبان عقل اس حکم قصاص میں تمہاری زندگی اور بقاء ہے امید ہے کہ تم لوگ (ناحق خون ریزی سے) بچو گے۔

یہ ایک دوسری جاہلیت کی تردید ہے، جو پہلے بھی بہت سے دماغوں میں موجود تھی اور آج بھی بکثرت پائی جاتی ہے، جس طرح اہل جاہلیت کا ایک گروہ انتقام کے پہلو میں افراط کی طرف چلا گیا ہے، اسی طرح ایک دوسرا گروہ عفو کے پہلو میں تفریط کی طرف گیا ہے اور اس نے سزائے موت کے خلاف اتنی تبلیغ کی ہے کہ بہت سے لوگ اس کو ایک نفرت انگیز چیز سمجھنے لگے ہیں اور دنیا کے متعدد ملکوں نے اس کو بالکل منسوخ کر دیا ہے۔

قرآن اسی پر اہل عقل کو مخاطب کر کے تنبیہ کرتا ہے کہ قصاص میں سوسائٹی کی زندگی ہے، جو سوسائٹی انسانی جان کا احترام نہ کرنے والوں کی جان کو محترم ٹھہراتی ہے وہ دراصل اپنی آستین میں سانپ پالتی ہے تم ایک قاتل کی جان بچا کر بہت سے بے گناہ انسانوں کی جانیں خطرے میں ڈالتے ہو۔[36]

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے قصاص کا فلسفہ بھی بیان فرمایا ہے۔

یعنی اے صاحب عقل وخرد قصاص میں تمہارے لیے زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ ایک آدمی قتل ہو گا اور جب قصاص میں قاتل کو بھی قتل کر دیا گیا تو ایک اور جان ضائع ہو گئی حالانکہ اللہ تعالیٰ اسے زندگی سے تعبیر کرتے ہیں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ قصاص کی عدم موجودگی میں لوگ بلاخوف وخطر قتل کے مرتکب ہوں گے کیوں کہ وہ جانتے ہیں چھوٹی موٹی سزا بھگت لیں گے، جان تو بچ ہی جائے گی، بر خلاف اس کے کہ جب قصاص کا قانون موجود ہو گا اور لوگوں کو علم ہو گا کہ قتل کے بدلے میں قاتل قتل کیا جائے گا تو وہ قتل جیسا بڑا جرم کرتے وقت سو دفعہ سوچے گا اور ایسے اقدام سے باز آجائے گا البتہ قتل شبہ عمد اور قتل خطاء میں دیت ادا کرنا ہو گی تو قاتل کی ساری برادری ادائیگی کی ذمہ دار ہو گی۔

اگر کسی سرکاری ملازم سے ایسا فعل سرزد ہو جائے تو اس کے معاوضہ کی ادائیگی اس کے دفتر والے یا محکمہ والے کریں گے اسے دیت علی العاقلہ کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا دیت عاقلہ پر ہوتی ہے اور یہ تین سالوں کے اندر اندر قسطوں میں واجب الادا ہوتی ہے، اس میں سارے متعلقین شریک ہوتے ہیں اور ہر شخص اپنے حصے کی قسط ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے۔[37]

قاتل کی برادری کو تاوان ڈالنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے متعلقین کی تربیت اس طرح کریں کہ اس طرح کے ناخوشگوار واقعات پیدا ہونے کی نوبت ہی نہ آئے اور معاشرہ میں امن وامان اور سکون وسلامتی قائم رہے اور ہر انسان کی جان محفوظ ہو جائے۔ امیر ہو یا غریب، سلطان ہو یا گداگر، بچہ ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت، شہر کا رہنے والا ہو یا

دیہات کا رہنے والا، تعلیم یافتہ ہو یا جاہل، اونچے خاندان کا ہو یا ادنی خاندان کا مسلم ہو یا غیر مسلم۔ معاشرہ میں قیام امن قصاص و دیت ہی کے ذریعے ممکن ہے۔[38]

بہر حال حقیقت کبھی ذی شعور و ذی عقل پر مخفی نہیں رہتی، اسلام عدل و انصاف، مساوات، اخلاقیات تعمیر انسانیت اور ہمدردی کا مذہب تھا، ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کا ماضی بے داغ، حال تابناک، مستقبل روشن ہے۔ اس لیے کہ اس کی حفاظت و بقاء کا ذمہ اللہ نے لیا ہے۔

حوالہ جات

[1] القرآن، 2:194

[2] القرآن، 16:126

[3] سجستانی، ابو داؤد سلیمان بن الاشعث سنن ابی داؤد، دارالحدیث، 1393ھ، ص677، ج4، رقم 4539۔

[4] زین الدین ابن نجیم، بحر الرائق، بیروت، دار المعرفہ، س ن۔ ص326، ج8

[5] زین الدین ابن نجیم، بحر الرائق، بیروت، دار المعرفہ، س ن، ص327، ج8

[6] الجصاص، ابو بکر احمد بن علی، احکام القرآن، لاہور، سہیل اکیڈمی، س ن ۲۲۸، ص228، ج2

[7] المرغینانی، ابوالحسن علی بن ابی بکر، ھدایہ، ملتان، مکتبہ شرکت علمیہ، س ن، ص561، ج4

[8] القرآن، 6:151

[9] القرآن، 16:33

[10] القرآن، 25:68

[11] القرآن، 5:32

[12] البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کراچی، قدیمی کتب خانہ، 1961ء، ص1016، ج2

[13] القشیری، ابوالحسین مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، القاہرہ، دارالحدیث 1412ھ، کتاب البر والصلہ والادب، باب تحریم ظلم المسلم رقم 2564

[14] القزوینی، ابو عبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن، ص188

[15] ڈاکٹر ساجد الرحمن، قصاص و دیت رسول اللہ اور خلفائے راشدین کے فیصلے، راولپنڈی، الہدیٰ پبلیکیشنز، 1994ء، ص106

[16] القرآن، 16:33

[17] القرآن، 16:178، 189

[18] القرآن، 5:45

[19] الجصاص، ابو بکر احمد بن علی، احکام القرآن، بیروت، دار المعرفہ، س ن، ص135، ج1

[20] محمود احمد غازی، مسودہ قانون قصاص ودیت، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی 1986ء، ص102

[21] القرآن، 4:92

[22] سجستانی، ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، س ن، ص269، ج2

[23] الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، جامع الترمذی، ملتان، فاروقی کتب خانہ، س ن، ص167، ج1

[24] القزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن، ص189،8

[25] مولانا ظفیر الدین مفتاحی ندوی، اسلام کا نظام امن، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی 1991ء، ص19،20

[26] القرآن، 1:4

[27] مولانا ظفیر الدین مفتاحی ندوی، اسلام کا نظام امن، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی 1991ء، ص24،25

[28] مولانا ظفیر الدین مفتاحی ندوی، اسلام کا نظام امن، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی 1991ء، ص214

[29] مولانا ظفیر الدین مفتاحی ندوی، اسلام کا نظام امن، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی 1991ء، ص215

[30] القرآن، 17:33

[31] القرآن، 5:32

[32] البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کراچی، قدیمی کتب خانہ، 1961ء، ص1014، ج2

[33] القرآن، 2:178

[34] ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت اندرون موچی دروازہ، 1981ء، ص138، ج1

[35] القرآن، 2:179

[36] ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت اندرون موچی دروازہ، 1981ء، ص139، ج1

[37] حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی، معالم العرفان فی دروس القرآن، گوجرنوالہ، مکتبہ دروس القرآن، 1995ء، ص163، ج2

[38] حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی، معالم العرفان فی دروس القرآن، گوجرنوالہ، مکتبہ دروس القرآن، 1995ء، ص165، 166، ج2